سطح پر پہچان اور مساوی حقوق، نامعروفیت کے خاتمے، تجارت میں موافق ملک کی حیثیت دلانے اور بالخصوص پڑوسیوں سے گہرے روابط کا مؤثر بیان ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مختصر مدت میں کتنی عظیم کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں۔

ملک کے سیاسی نظام کے ضمن میں جہاں آمریت اور جبریت کو خارج از امکان قرار دیا گیا ہے، وہیں یہ بھی واضح ہوا کہ "پاپولسٹ" نظریہ آزاد ممالک کی ضرورت پوری نہیں کرتا۔ دلائل سے واضح کیا گیا کہ "جمہوریت" اور "انتخابات" کو لازماً ایک سمجھنا غلطی ہے۔ یہ کہ ملک میں جمہوریت ہوگی، لیکن اس کا راستہ خود قازق عوام اور اس کی لیڈرشپ نے متعین کرنا ہے۔ فوری تبدیلی دیرپا نہیں ہوتی اور انتشار کا باعث بنتی ہے، جیسے سوویت یونین کے ضمن میں ہوا۔ بہتر ہے انسان خود اپنے مسائل کو اپنا سب سے بڑا معلم بنائے جو ترقی کا ارتقائی اور فطری طریقہ ہے۔

کتاب کا ایک خوشگوار پہلو اسلام کی عظیم تمدّنی حیثیت کا تعارف اور اس کے آفاقی کردار کا اظہار ہے۔ شخصیّتوں اور مملکتوں سے تعارف کے واقعات بالخصوص مکہ و مدینہ کا سفرِ حج بہت والہانہ انداز میں بیان ہوئے۔

آخر میں ایک بار پھر یہ تنبیہ ضروری لگتی ہے کہ ایک انتہائی اہم موضوع پر ایک اتنی ہی اہم عالمی شخصیّت کی تحریر اُردو زبان میں متعارف کرانے کے لیے جن مترجمین کو تکلیف دی گئی وہ شاید اس بھاری بوجھ کو اٹھانے کی طاقت ہی نہیں رکھتے تھے۔ قومی ادارہ برائے تاریخ و ثقافت کو آئندہ کی کاوشوں میں یہ بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے۔

مدیر کے نام

ذیشان طاہر
کراچی

اُمید ہے میری ان گزارشات کو آپ اپنے پرچہ میں جگہ دیں گے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو جب سابق سوویت یونین نے اپنے سے کئی گنا چھوٹے ملک افغانستان پر حملہ کیا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ دنیا کے نقشے پر موجود اپنے رقبے کو اور وسیع کر سکے اور گرم پانی تک

رسائی حاصل کر سکے جس کے لیے اس کا اگلا ہدف پاکستان تھا۔ لیکن قدرت کو ایک چھوٹے سے ملک کے ذریعے دُنیا کی سب سے بڑی طاقت کو ٹکڑے ٹکڑے کرانا مقصود تھا تاکہ طاقت کے نشے میں چور یہ سُپر پاور اور اس جیسے اور سُپر پاور یہ جان سکیں کہ ان سے بڑی بھی کوئی سپر طاقت موجود ہے جس کی مرضی کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ اور پھر جو خدا کو منظور تھا وہی ہوا۔ یو۔ ایس۔ ایس آر یعنی سابق سوویت یونین کو صرف شکست ہی نہیں ہوئی بلکہ اس کا اپنا وجود بھی ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اس شکست و ریخت کے نتیجے میں جو ریاستیں آزاد ہوئیں ان میں چھ (یاسات؟) مسلمان ریاستوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آزادی کی دولت نصیب فرمائی۔ یہ ریاستیں ان علاقوں میں قائم ہیں جو کبھی علماء، فضلاء اور محققین کا مسکن تھے۔ جہاں بڑے بڑے مجاہدین و محدثین نے جنم لیا۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام شامل رحمتہ اللہ علیہم اس حقیقت کی واضح مثالیں ہیں۔ یہ آزادی ان ریاستوں کو اسّی نوّے سال بعد نصیب ہوئی ہے۔

اس آزادی سے پہلے ان ریاستوں کی مسلم آبادی پر کیا کیا ظلم نہیں توڑے گئے۔ ہر ظلم ان پر آزمایا گیا تاکہ انہیں اپنے مذہب و ثقافت کو خیر باد کہنے پر مجبور کیا جا سکے۔ مگر یہ لوگ اپنے دین و ثقافت پر ڈٹے رہے اور ہر ظلم برداشت کرتے رہے۔ یہ ریاستیں جب آزاد ہوئیں تو وہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ ان کے اچھے دن شروع ہو گئے ہیں۔ آزادی کے ساتھ اپنی معیشت کو استوار کر سکیں گی اور اپنے مذہب پر عمل کر سکیں گی اور اس سارے کام میں مسلمان ممالک ان کی بھرپور رہنمائی کریں گے اور ان کے قدرتی وسائل سے بھرپور استفادہ میں ان کی معاونت کریں گے۔ لیکن اُنہیں کیا معلوم تھا کہ جن سے وہ آس لگائے بیٹھے ہیں وہ تو خود کسی اور سے آس لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ان کی کیا مدد کریں گے؟ آج جبکہ ان کی آزادی کو چھ برس ہونے کو ہیں ہم ابھی یہی سوچ رہے ہیں کہ ان کے وسائل سے کیسے فائدہ اٹھایا جائے؟ اور اپنے مال کے لیے وہاں مارکیٹ کیسے بنائی جائے؟ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں روڈ کے ذریعے بھی راہداری عطاء فرمائی ہے جس کا بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ لیکن صرف ہم ہی نہیں بلکہ ساری اسلامی دنیا اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکی۔ اور اُنہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ ہمیں فرصت نہیں اپنے جھگڑوں اور عیش و عشرت سے۔

پھر وہی ہوا جو ہوتا آیا ہے کہ امریکہ، یورپ، اسرائیل اور انڈیا نے اپنی تمام تر توجہ اور کوششیں ان قدرتی وسائل سے مالا مال ریاستوں کی طرف مرکوز کر دیں۔ تاکہ ان سادہ لوح اور پسے ہوئے مظلوم لوگوں کو بے وقوف بنا کر ان کے وسائل کو بے دردی سے لوٹا جا سکے اور ان کی نوجوان نسل کو جو تقریباً اپنے مذہب سے ناآشنا ہو چکی ہے، اپنے باطل نظریات کی طرف اپنی مال و دولت و ثقافت کے ذریعے راغب کیا جا سکے۔ اور تو اور مرزا قادیانی کے پیروکار بھی بڑی سرگرمی کے ساتھ مصروف عمل ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ ان ریاستوں میں پیسوں کے انبار لگا رہے ہیں اور ہر وہ حربہ استعمال کر رہے ہیں جس کے

ذریعے سے یہاں کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کیا جا سکے اور اپنے باطل مذہب کو مزید وسعت دی جا سکے۔ لیکن ہم کہاں ہیں؟ کیا کر رہے ہیں اپنے معصوم مسلمان بھائیوں کے لیے؟ یہ سوچنے کے لیے ہمارے پس فرصت نہیں ہے۔

یہاں کے مسلم عوام کو آج جتنی ہماری ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ ویسے بھی ان کا جو احسان ہے مسلم اُمّہ پر اس کا بدلہ تو شاید پوری اُمت مسلمہ مل کر بھی نہ اُتار سکے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم خود غرض ہو گئے ہیں۔ شاید ہمیں اپنی عیاشیوں سے فرصت نہیں۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی فکر کرنے سے غافل ہو گئے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ ایسا ہے تو پھر یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو آزماتا ہے۔ اگر آج ہمارے یہ بھائی اس حالت میں ہیں تو خدا نخواستہ کل ہم بھی ایسی حالت میں مبتلاء ہو سکتے ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ پاکستان اور ساری اسلامی دُنیا اس بارے میں سوچے اور کوششیں کرے کہ ان ریاستوں کے زیر زمین خزانوں سے استفادہ کے لیے ان کو بھرپور امداد اور تجربہ فراہم کیا جائے۔ خاص کر عرب ممالک کو ان کی فوری امداد کے لیے آگے بڑھنا چاہیے، جن کا پیسہ یورپی اور امریکی بنکوں میں اتنا ہے کہ خود ان کو صحیح طور پر معلوم نہیں اور جس کے بل بوتے پر یہ عیاشیاں کر رہے ہیں۔

دوسری طرف ہمیں ان ریاستوں کے مسلم عوام کی دینی تربیت پر فوری توجہ دینی چاہیے۔ ان ریاستوں میں علماء کرام کے وفود بھیجے جائیں جو یہاں کے عوام کو بتائیں اور سمجھائیں کہ اصل اسلام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان سے کیا مقصود ہے۔ ان ریاستوں کے نوجوانوں کو پاکستان کے دینی مدارس میں تربیت حاصل کرنے کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ ان کی دینی تربیت ہو سکے اور وہ اپنے ممالک میں واپس جا کر اسلام کی صحیح نشر و اشاعت کر سکیں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کے مطابق ڈھال سکیں۔ یہ اس وقت ان کے لیے سب سے اہم مسئلہ ہے اس لیے کہ اُنہیں دین کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ غلط راستے پر نہ نکل جائیں کہ کلمہ میں محمد ﷺ کی جگہ احمد (مرزا غلام احمد) پڑھنے میں کوئی فرق محسوس نہ کر سکیں کہ دونوں نام حضور ﷺ ہی کے تو ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ ان ریاستوں میں حفاظ، قراء اور مذہبی معلمین کا قحط ہے، جس کی وجہ سے رمضان المبارک میں ختم قرآن کا تصوّر یہاں نہیں ہے۔ عالم اسلام اور خاص کر پاکستان میں لاکھوں حفاظ قرآن موجود ہیں جنہیں ان ممالک سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ یا وہاں کے حالات جاننے والوں کے ساتھ گروپوں کی صورت میں بھیجا جانا چاہیے۔ ہمارے ہاں ماشاء اللہ تقریباً ہر گلی میں چار چار حفاظ قرآن کریم سنا رہے ہوتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس نعمت میں اپنے ان مظلوم بھائیوں کو شریک کریں۔